شیخ المشائخ عارف باللہ محی السنہ حضرت اقدس مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ

خانقاہ امدادیہ اشرفیہ : گلشن اقبال کراچی

حسرت سے میری آنکھیں آنسو بہا رہی ہیں
دل ہے کہ اُن کی خاطر تسلیم سر کیے ہوئے
اختؔر

شیخ المشائخ محی السنہ حضرت اقدس مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ

ضروری تفصیل

وعظ	: دافع الغم
واعظ	: شیخ المشائخ محی السنۃ حضرتِ اقدس مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ
تاریخِ وعظ	: ۳ربیع الاول ۱۴۱۲؁ھ
مقام	: مدرسہ اشرف المدارس، ہردوئی
مرتب	: شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد افضال الرحمٰن صاحب دامت برکاتہم
زیرِ اہتمام	: شعبہ نشر واشاعت، خانقاہ امدادیہ اشرفیہ، گلشن اقبال، بلاک ۲، کراچی
	پوسٹ بکس:11182رابطہ:+92.21.34972080،+92.316.7771051
	ای میل:khanqah.ashrafia@gmail.com
ناشر	: کتب خانہ مظہری، گلشن اقبال، بلاک نمبر ۲، کراچی، پاکستان

قارئین و محبین سے گزارش

اس بات کی حتی الوسع کوشش کی جاتی ہے کہ خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کراچی سے شایع ہونے والی شیخ المشائخ محی السنۃ حضرتِ اقدس مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تمام کتابوں اور مواعظ کی پروف ریڈنگ اور طباعت معیاری ہو۔

الحمدللہ! اس کام کی نگرانی کے لیے خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کے شعبۂ نشر و اشاعت میں مختلف علماء اور ماہرین فن دینی جذبے اور لگن کے ساتھ اپنی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ اس کے باوجود کوئی غلطی نظر آئے تو ازراہ کرم مطلع فرمائیں تاکہ آیندہ اشاعت میں درست ہو کر آپ کے لیے صدقۂ جاریہ ہو سکے۔

(مولانا) حکیم محمد اسماعیل

نبیرہ و خلیفہ مُجاز بیعت حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ

ناظم شعبۂ نشر و اشاعت، خانقاہ امدادیہ اشرفیہ

عنوانات

عرضِ مرتب

بِاسْمِهٖ تَعَالٰی

حَامِدًا وَّمُصَلِّیًا وَّمُسَلِّمًا اَمَّا بَعْدُ

حقوقِ اسلامی میں سے ایک حق یہ بھی ہے کہ اگر کسی کا انتقال ہو جائے تو جانے والے کی تجہیز و تکفین کا انتظام کرنا، اس کے لیے ایصالِ ثواب کا اہتمام کرنا، ساتھ ہی اس کے جو اعزا و اقربا اور متعلقین ہیں ان سے تعزیت کرنا، تسلی کے کلمات کہنا کہ جس سے ان کا غم ہلکا ہو، رنج میں کمی ہو۔

اسی بنا پر محی السنۃ حضرت مولانا ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم کا معمول یہی ہے کہ اگر کسی کی رحلت ہو جاتی ہے تو اس کی تعزیت فرماتے ہیں اور ایسی ہدایات فرماتے ہیں جس پر عمل کرنے سے تجربہ یہ ہے کہ بہت تسلی اور تشفی ہوتی ہے۔ یہ ہدایات دراصل دو الگ الگ مضمون ایک علاج الغم اور ایک دافع الغم کے نام سے ہیں۔ جن کو یکجا مضمون کی صورت میں حذف و اضافہ کے بعد مرتب کر کے پیش کیا جا رہا ہے۔

حق تعالیٰ اس کو شرفِ قبولیت سے نوازے، آمین۔

والسلام

محمد افضال الرحمٰن

مدرسہ اشرف المدارس، ہردوئی، ۳؍ ربیع الاوّل ۱۴۱۲ھ

دافع الغم

بِاسْمِهٖ تَعَالٰی

حَامِدًا وَّمُصَلِّیًا وَّمُسَلِّمًا اَمَّا بَعْدُ

بلاشبہ موت یقینی ہے۔ جو شخص بھی اس دنیا میں آیا ہے اس کے لیے بھیجنے والے نے ایک وقت مقرر کیا ہے جس کا صحیح علم اس کے علاوہ کسی کو بھی نہیں ہے، جب وہ وقت آ جائے گا تو پھر اس کو یہاں سے جانا ہی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جن کو بظاہر کوئی بیماری نہیں ہوتی وہ بھی وقتِ مقررہ پر ایک دم روانہ ہو جاتے ہیں جس کو آج کل حرکتِ قلب بند ہونے سے تعبیر کرتے ہیں، اسی کو حضرت خواجہ عزیز الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

ہو رہی ہے عمر مثل برف کم
چپکے چپکے رفتہ رفتہ دم بدم

سانس ہے اک راہ رو ملک عدم
دفعتًا اک روز جائے گا تھم

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے

دنیا میں جدائی کا غم لازمی ہے

ظاہر ہے کہ جب موت یقینی ہے تو پھر ہر دو تعلق و رشتہ والوں میں سے کسی نہ کسی ایک کو دوسرے کا صدمۂ جدائی برداشت کرنا ضروری ہے۔ شوہر کی موت سے بیوی کو، والد کی

موت سے لڑکے کو، اور بھائی بہن کی موت سے بہن بھائی کو اسی طرح اس کا عکس کرلیا جائے۔ بہر حال جدائی کا غم ضرور پیش آئے گا۔ یہ بھی ظاہر ہے کہ اگر کسی کو اختیار دے دیا جاتا موت کا تو کوئی بھی اس نوع کے صدمہ کے لیے تیار نہ ہوتا اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اس کا معاملہ اپنے ہی قبضے میں رکھا، چناں چہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: **يُحۡيِ وَيُمِيۡتُ**

شریعت نے اعتدال کی تعلیم دی ہے

اب جب کہ اس کو پیش آنا ہی ہے تو کسی عزیز و رشتہ دار اور دوست کی جدائی پر دل کا غمگین ہونا، آنکھوں سے آنسوؤں کا بہنا، چہرے پر رنج و غم کے آثار ظاہر ہونا یہ ایک فطری بات ہے جس کو نہ تو بدلا جاسکتا ہے اور نہ ہی اس سے روکا جاسکتا ہے، چناں چہ شریعت نے اس سے نہ تو منع کیا ہے اور نہ ہی اس کو ناپسندیدہ بتلایا ہے بلکہ رونا آنے پر جی بھر کر رونے کی اجازت ہے بلکہ جی بھر کر رونے کو دخل ہے غم کی تخفیف میں، ورنہ بتکلف ضبط کرنے سے دوسری قسم کے ضرر لاحق ہونے کا اندیشہ ہے تو آنسو بہانے اور رونے سے کیسے روکا جاسکتا ہے؟ البتہ شریعت نے ہر موقع پر اعتدال کی تعلیم دی ہے، اس لیے کہ شدتِ غم اور ازدیادِ حزن سے اعمالِ دینیہ ودنیویہ میں خلل رونما ہوگا جو مقصدِ زندگی کے خلاف ہے، اس لیے ایسے وقت کے لیے بھی یہی حکم دیا ہے کہ جس سے ایک طرف تو طبعی تقاضا بھی پورا ہو اور دوسری طرف بھی بے اعتدالی اور بے صبری نہ ہو۔

رونے کی شرعی حد کیا ہے؟

چناں چہ حدیث میں ہے کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ بیمار ہوئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کی عیادت کے لیے تشریف لائے آپ کے ساتھ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف، حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم بھی تھے، جب آپ ان کے پاس پہنچے تو ان کو بے ہوشی کی حالت میں پایا آپ نے پوچھا کیا انتقال ہوگیا ہے؟ تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ نہیں، ان کی یہ حالت دیکھ کر آپ رونے لگے، تو آپ کو

روتا ہوا دیکھ کر صحابہ بھی رونے لگے، اس موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَلَا تَسْمَعُوْنَ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُعَذِّبُ بِدَمْعِ الْعَیْنِ وَلَا بِحُزْنِ الْقَلْبِ وَلٰکِنْ یُّعَذِّبُ بِهٰذَا وَاَشَارَ اِلٰی لِسَانِهٖ اَوْ یَرْحَمُ [۱]

اچھی طرح سن لو کہ اللہ تعالیٰ آنکھوں کے آنسو بہانے اور دل کے غمگین ہونے پر عذاب نہیں دیتے، آپ نے اپنی زبان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ البتہ اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے عذاب بھی کرتا ہے اور رحم بھی۔

مشہور محدث حضرت ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

مَا اَفَادَهُ الْحَدِیْثُ مِنْ جَوَازِ الْبُکَاءِ وَلَوْ بَعْدَ الْمَوْتِ لٰکِنْ مِّنْ غَیْرِ نَوْحٍ وَرَفْعِ صَوْتٍ [۲]

مذکورہ حدیث سے معلوم ہوا کسی کے انتقال پر نوحہ اور چلّائے بغیر رونا جائز ہے۔

جدائی پر رونا سنّتِ نبوی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ہے

رونا نہ صرف یہ کہ جائز ہے بلکہ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جانے والے سے جو محبت واُنس اور تعلق ولگاؤ تھا اس جذبہ کی بنا پر غمگین ہونا اور رونا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ چناں چہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ جب نزع کی حالت میں تھے تو ان کی اس حالت کو دیکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے تو اس پر حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

وَاَنْتَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ

یارسول اللہ آپ رورہے ہیں؟

آپ نے فرمایا:

---

[۱] صحیح البخاری: ۱/۱۷۴(۱۳۰۵)، باب البکاء عند المریض، المکتبۃ المظهریة

[۲] مرقاۃ المفاتیح: ۳/۱۲۳۳، باب البکاء علی المیت، دار الفکر، بیروت

يَا ابْنَ عَوْفٍ إِنَّهَا رَحْمَةٌ[۳]

اے ابنِ عوف آنسوؤں کا بہنا رحمت ہے۔

ایک اور موقع پر حضرت سعد کے اسی طرح کے سوال کے جواب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

هٰذِهٖ رَحْمَةٌ جَعَلَهَا اللهُ فِيْ قُلُوْبِ عِبَادِهٖ وَاِنَّمَا يَرْحَمُ اللهُ مِنْ عِبَادِهِ الرُّحَمَاءَ[۴]

یہ رحمت ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے دلوں میں پیدا فرمایا، اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے صرف ان ہی لوگوں پر رحم کرتا ہے جو جذبۂ ترحم رکھنے والے ہیں۔

واضح ہوا کہ حدودِ شرع میں رہتے ہوئے غمگین ہونا اور رونا یہ صبر وضبط تسلیم ورضا کے خلاف نہیں ہے بلکہ یہ احساسِ محبت اور جذبۂ ترحم کی علامت ہے جو کہ پسندیدہ اور مطلوب ہے۔

ہدایاتِ خاصّہ

اسی کے ساتھ ایسے موقع کے لیے خاص خاص تعلیمات وہدایات ہیں کہ اس کے استحضار اور عمل کی برکت سے ان شاء اللہ العزیز اس حادثے کا تحمل آسان ہوجاتا ہے اور تدریجی طور پر رنج وغم میں کمی ہوجاتی ہے، ان میں سے کچھ باتیں درج ذیل ہیں:

اس سلسلے میں دو باتوں کو پیش نظر رکھا جائے:

(اللہ تعالیٰ حاکم بھی ہیں، حکیم بھی ہیں۔)

اوّل یہ کہ اللہ تعالیٰ حاکم ہیں، ہر قسم کا تصرف بندے میں فرماسکتے ہیں، جو کچھ ہوتا ہے ان کے حکم سے ہوتا ہے، بغیر اس کے حکم کے ذرّہ بھی ہِل نہیں سکتا۔

۳؎ صحیح البخاری: ۱۷۴/۱ (۱۳۰۴)، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم: انا بك لمحزونون، المکتبة المظهرية

۴؎ صحیح البخاری: ۱۷۱/۱ (۱۲۸۵)، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم: یعذب المیت ببعض بکاء اهله علیه، اذا کان النوح من سنته، المکتبة المظهرية

دوم یہ کہ اللہ تعالیٰ حکیم بھی ہیں، ان کا کوئی فعل بھی حکمت سے خالی نہیں ہوتا اس میں ضرور مصلحتیں ہوتی ہیں، جن کے جاننے کا انسان نہ مکلف ہے اور نہ ان کا جاننا ضروری ہے۔

ان دو چیزوں کو بار بار ذہن میں سوچنا چاہیے کہ بر وقت یا خیال کرنے پر یہ دونوں باتیں سامنے آجائیں۔ اب جب کوئی ناگوار واقعہ پیش آئے تو فوراً سوچے کہ بحکمِ خداوندی ہوا جیسے کہ پہلی بات میں کہا گیا ہے، پھر یہ سوچے کہ اس میں ضرور کوئی نہ کوئی مصلحت ہے گو ہم کو اس کا علم نہ ہو۔ اس طرح ان شاءاللہ جسم کو تکلیف کے باوجود دل پر پریشانی نہ ہوگی۔ اس کی مثال اس طرح پر ہے کہ عاقل شخص کا آپریشن ہوتا ہے ہاتھ کٹنے پر تکلیف ضرور ہوتی ہے مگر وہ سمجھتا ہے کہ اس میں میری مصلحت ہے اس لیے وہ ڈاکٹر سے خوش رہتا ہے اس کو فیس بھی دیتا ہے، اور یہی آپریشن نافہم بچے کا ہو تو وہ چوں کہ مصلحت سے واقف نہیں ہوتا اور یہ جانتا نہیں کہ اس میں میری مصلحت ہے اس لیے وہ گالی تک دے دیتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ مصلحت کا خیال سکون بخش ہوتا ہے اس کو بھی اختیار کرے، خصوصاً دعا خوب کرے کیوں کہ یہ بڑی مؤثر چیز ہے۔

موت طرفین کے لیے نافع ہے

حضرت عبداللہ ابنِ عباس رضی اللہ عنہما کی خدمت میں ان کے والد کی وفات پر تعزیتی کلمات ایک دیہات کے رہنے والے بزرگ نے (جو کہ زیادہ علم والے نہیں تھے) پیش کیے تھے وہ یہ ہیں۔

خَیْرٌ مِّنَ الْعَبَّاسِ اَجْرُكَ بَعْدَهٗ وَاللّٰهُ خَیْرٌ مِّنْكَ لِلْعَبَّاسِ

پہلے مصرعہ میں فرماتے ہیں کہ حضرت عباس کی وفات پر صبر کرنے میں آپ کو اجر ملے گا، غور کیجیے کہ اجر یعنی خوشنودئ باری تعالیٰ زیادہ بہتر ہے یا حضرت عباس کا آپ کے پاس رہنا؟ جواب ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا بہتر ہے۔

دوسرے مصرعہ میں فرماتے ہیں کہ حضرت عباس یہاں سے رخصت ہو کر عالَمِ آخرت میں پہنچے۔ جن پر اللہ تعالیٰ کے خاص انعام واکرام ہو رہے ہیں، اب آپ بتلائیے کہ

آپ حضرت عباس کے لیے زیادہ بہتر ہیں یا اللہ تعالیٰ کے انعامات؟ جواب ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کے انعامات۔

خلاصۂ کلام یہ ہوا کہ کسی کی وفات یا موت پر ایک دوسرے سے جدائی ہوتی ہے مگر ہر ایک کو بہتر چیز ملتی ہے، پھر تو موت طرفین کے لیے نافع ہی ہوئی کہ ہر ایک کو بہتر چیز ملی۔

جدائی عارضی ہوتی ہے

یہ بھی سوچنا چاہیے کہ موت سے علیحدگی وجدائی عارضی ہی ہے جیسے کسی کا تبادلہ پاکستان ہوجائے اور وہ کسی عذر سے نہ آسکے تو پاکستان جاکر اس سے ملاقات ہوسکتی ہے اس خیال سے زیادہ حزن وملال نہیں ہوتا، بس یہ حالت موت کی ہے کہ مرنے والا یہاں نہیں آتا یہاں والے وہاں پہنچ کر ملاقات کرتے ہیں۔

جیسا کہ احادیث پاک میں تفصیل سے اس کا بیان ہے۔ اس مضمون کو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّاۤ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ ہم سب اللہ کے بندے اور غلام ہیں، مالک کو حق ہے انتظام وتبادلہ کا۔ تبادلہ سے اگر غم ہو تو یہ سوچو کہ ہم سب وہیں جانے والے ہیں جہاں تبادلہ ہمارے عزیز ودوست کا ہوا ہے۔ چناں چہ موت کے بعد تعلقِ زوجیت ختم نہیں ہوتا جنت میں زوجیت کا تعلق بدستور رہے گا اگر دونوں اہلِ صلاح تھے، اس لیے موت کو عارضی انقطاع خیال کرنا چاہیے۔

نفلی عبادات وذکر وغیرہ کا اہتمام کرنا چاہیے

۱) نفلی نماز کی کثرت کرنا۔

۲) ذکر اللہ کی کثرت چلتے پھرتے اٹھتے بیٹھتے کرنا، کسی تعداد کی قید نہیں اور نہ کسی خاص ذکر کی پابندی ہے مثلاً سُبۡحَانَ اللہِ، اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ، اَللہُ اَکۡبَرُ، لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ یا درود شریف جو جی چاہے پڑھنا۔

۳) یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ کا وِرد کثرت سے کرنا۔ کم از کم شب وروز میں پانچ سو مرتبہ اور ایک نشست میں سو مرتبہ۔

۴) اہل اللہ اور کاملین ورنہ صالحین کی صحبت میں بیٹھنا اس خیال سے کہ ان کے قلبی برکات کا عکس میرے دل پر پڑے، اگر صحبت کا موقع نہ ملے تو ان کے مواعظ وملفوظات دیکھنا۔

۵) اجرِ آخرت کا تصور وخیال رکھنا۔ اگر کسی بچے کا انتقال ہو گیا ہو تو یہ سوچنا کہ یہ قیامت میں شفاعت کرے گا۔

٦) زندوں میں سے جس سے اُنس ہو اس کا تصور وخیال انتقال کرنے والے کی یاد کے وقت رکھنا۔

"حیات المسلمین" کے باب صبر وشکر کا مطالعہ کرنا۔ اسی طرح "تبلیغِ دین" کے باب صبر وتفویض کو دیکھنا۔

خلاصۂ کلام

جو کچھ اوپر عرض کیا گیا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایسے غم کے واقعے میں بے کار نہ رہے تاکہ ان اُمور کی طرف توجہ ہونے سے واقعۂ غم کی طرف توجہ کم ہو جائے، افضل تو یہی ہے کہ وہ شغل طاعت ہو جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا، اگر اس کی ہمت نہ ہو تو شغلِ مباح بھی کافی ہے جیسے سیر وسیاحت، تسلی کی اس تدبیر کا ماخذ اللہ تعالیٰ کا کلام ہی ہے، چناں چہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَ الصَّلٰوةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ [۵]

اے ایمان والو! (طبیعتوں میں سے غم ہلکا کرنے کے بارے میں) صبر اور نماز سے سہارا (اور مدد) حاصل کرو، بلاشبہ حق تعالیٰ (ہر طرح سے) صبر کرنے والوں کے ساتھ رہتے ہیں۔ (اور نماز پڑھنے والوں کے ساتھ تو بدرجہ اولیٰ۔)

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی نوّر اللہ مرقدہٗ اس آیت کی

---

۵ البقرۃ:۱۵۳

تشریح میں فرماتے ہیں کہ مدار تخفیفِ حزن کا قلب کو دوسری شے کی طرف متوجہ کر دینے پر ہے اس سے بہت جی بہل جاتا ہے۔ پس جب نماز میں حضورِ قلب کے ساتھ مشغول ہو گا، اس سے عبادت و معبود کی طرف یکسوئی اور توجہ ہو گی، تکرار سے وہ واقعۂ غم انگیز متخیلہ سے غائب اور اس کا اثر ضعیف ہونا شروع ہو گا۔[٦]

تو حاصل یہ ہے کہ ایسے موقع پر اپنے کو فارغ نہ رکھے بلکہ مشغول رکھے اور ہدایاتِ مذکورہ پر اہتمام سے عمل کرے ان شاء اللہ العزیز غم میں تخفیف ہو جائے گی۔

اللہ تعالیٰ ان باتوں پر عمل کرنے اور صبر کرنے کی توفیق عطا فرمائیں، آمین۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ

---

[٦] بیان القرآن: ۱/۸۷، البقرۃ، (۱۵۳)، ایچ ایم سعید

کسی عزیز کا دنیا سے رخصت ہونا پسماندگان کے لیے ایک صبر آزما مرحلہ ہوتا ہے۔ اس موقع کے لیے اسلام نے غم زدہ لوگوں کو تسلی دینے اور ان کا غم بانٹنے کے لیے تعزیت کو مسنون قرار دیا۔ یہ اسلام کے حقوق میں سے ہے کہ کسی مسلمان کا انتقال ہوجائے تو اس کی تجہیز وتدفین کرنا، اس کی مغفرت کی دعا کرنا اور اس کے پسماندگان سے ایسی بات کرنا جس سے ان کا غم ہلکا ہوجائے۔

شیخ المشائخ عارف باللہ محی السنہ حضرت اقدس مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے وعظ ''دافع الغم'' میں غم زدہ لوگوں کی تسلی کے لیے ایسا دلنشین مضمون بیان فرمایا ہے جس سے اللہ تعالیٰ کی رضا میں راضی رہنے میں بھی حد درجہ مدد ملتی ہے اور جدا ہونے والے کی جدائی کا صدمہ سہنے کا حوصلہ بھی عطا ہوتا ہے۔

ناشر